بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبح للہ ما فی السموات والارض

جو کچھ بیچ آسمانوں اور زمین کے ہے

وہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے

زندگی

(از)

میرزا سلطان احمد - قادیان

ضلع گورداسپور

مصنف الاعتصام - علوم القرآن - ایثار حسین وغیرہ وغیرہ

سنہ ۱۹۲۰ء

مرغوب ایجنسی الیکٹرک پریس میں باہتمام منشی عبداللطیف پرنٹر چھپا

ہر گیاہے کہ از زمین روید
وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زندگی

نگاہ شوق پیدا کن تماشا ہا تماشا کن
دو عالم جلوہ است بے بصر دشوار دے بیند

صرف انسان اور دیگر حیوانات ہی اس کائنات میں زندگی نہیں رکھتے۔ اُن کے سوا قدرت نے دیگر موالید اور دیگر ہستیوں کو بھی نعمتِ زندگی دے رکھی ہے۔ جو انسان ایسا دعا کرتا ہے۔ وہ ایک غلط راہ لے رہا ہے۔ جس طرح ہم انسان اور دیگر حیوانات کی زندگی سے انکار نہیں کر سکتے۔ اسی طرح دوسرے موالید اور دوسری

زندہ ہیں اور نفس زندگی میں دونوں برابر ہیں۔ لیکن اطوار اور مقاصد زندگی میں گونہ فرق ہے۔ جس طرح انسان اور دیگر حیوانات کی زندگیوں میں فرق ہے۔ اسی طرح انسان اور دیگر حیوانات اور دیگر موالید کی زندگیوں میں بھی تفاوت ہے۔

زندگی کیا ہے؟

زندگی کیا ہے؟ چند سانسوں کا مجموعہ۔ دم کی کھیل۔ چند قسم کے خواص۔ احساسات۔ ادراکات۔ حرکات۔ تصرفات۔ جذبات اور چند قوتوں کا البم۔ یہ سب مجموعہ بالفاظ دیگر زندگی کے نام سے تعبیر پاتا ہے۔ اسی مجموعہ میں اپنے اپنے رنگ میں جان بھی آگئی اور روح بھی۔ یہ سب ملکات اور قوتیں یا خصوصیات جس جس کائنات اور جن جن ہستیوں میں پائی جاتی ہیں۔ وہ سب زندہ ہیں یا اُن میں زندگی کا مواد پایا جاتا ہے۔ یا انہیں زندہ ہستیاں کہتے ہیں۔ چونکہ ان سب ملکات اور قوتوں میں گونہ امتیاز اور تفاوت ہوتا ہے۔ اس واسطے ہر زندگی

ہستیوں کی زندگی اور موادِ حیات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا دیگر موالید اور دیگر ہستیاں بھی اپنے اپنے رنگ میں کسی نہ کسی قسم کی زندگی رکھتی ہیں۔

دوسری ہستیوں کی زندگی یا زندگیوں سے ہم اس واسطے انکار کرتے ہیں۔ کہ زندگی کی تعریف سے ہم ناواقف ہیں۔ اس کائنات میں ہر چیز اور ہر ہستی جو موت کی دستبرد سے باہر ہے زندہ ہے یا زندگی رکھتی ہے۔ جبتک موت ہاتھ صاف نہ کرے تب تک ہر ہستی زندہ شمار ہو گی۔ جیسے زندگیاں مختلف نوعیتیں رکھتی ہیں۔ ایسے ہی دستبردِ موت بھی مختلف پیرایوں سے ہوتی ہے۔

زندگیوں کی نوعیّت میں فرق ہوتا ہے۔ انسانوں اور دیگر حیوانات کی زندگیاں بھی ہوبہو ٹکر نہیں کھاتیں۔ اور نہ ایک ہی رنگت اور ایک ہی روش رکھتی ہیں۔ انسان اور کبوتر و مور کی زندگی میں فرق ہے۔ انسان کی زندگی کی کچھ اور افتاد ہے اور حیوانات کی زندگیاں کوئی اور رنگ رکھتی ہیں۔ گودونوں

زندہ ہیں اور نفس زندگی میں دونوں برابر ہیں۔ لیکن اطوار اور مقاصد زندگی میں گونہ فرق ہے۔ جس طرح انسان اور دیگر حیوانات کی زندگیوں میں فرق ہے۔ اسی طرح انسان اور دیگر حیوانات اور دیگر موالید کی زندگیوں میں بھی تفاوت ہے۔

زندگی کیا ہے؟

زندگی کیا ہے؟ چند سانسوں کا مجموعہ۔ دم کی کھیل۔ چند قسم کے خواص۔ احساسات۔ ادراکات۔ حرکات۔ تصرفات۔ جذبات اور چند قوتوں کا البم۔ یہ سب مجموعہ بالفاظ دیگر زندگی کے نام سے تعبیر پاتا ہے۔ اسی مجموعہ میں اپنے اپنے رنگ میں جان بھی آگئی اور روح بھی۔ یہ سب ملکات اور قوتیں یا خصوصیات جس جس کائنات اور جن جن ہستیوں میں پائی جاتی ہیں۔ وہ سب زندہ ہیں یا اُن میں زندگی کا مواد پایا جاتا ہے۔ یا انہیں زندہ ہستیاں کہتے ہیں۔ چونکہ ان سب ملکات اور قوتوں میں گونہ امتیاز اور تفاوت ہوتا ہے۔ اس واسطے ہر زندگی

ایک جداگانہ نوع رنگینی ہے ؎

ہر زندگی زندگی ہے۔ اگرچہ دوسری زندگیوں سے باعتبار آثار مختلف ہی کیوں نہ ہو ہر ہستی موالید ثلاثہ میں سے اپنے اپنے رنگ میں جداگانہ مادہ حیات رکھتی ہے۔ ہر ہستی کی زندگی کے آثار نشو ونما اور تولید کے اسباب اپنی اپنی نوعیّت اور شاخ کے اعتبار سے باوجود مختلف ہونے کے بھی بہ مختلف الوان ظاہر اور نمایاں ہیں۔ ہم اور سب دیگر ہستیاں اس کائنات کے افراد اور اجزا ہیں۔ یہ سب افراد اور اجزائے کائنات تا دست بُرد موت اور دخل فنا زندہ ہیں۔ اور خود مجموعۂ کائنات بھی بجائے خود ایک قسم کی زندگی رکھتا ہے۔ علوی ہستیاں بھی زندہ ہیں اور سفلی بھی۔ زمین بھی ایک زندگی رکھتی ہے اور آسمان بھی۔ آفتاب بھی زندہ ہے اور ماہتاب بھی۔ ستارے بھی۔ اور سیّارے بھی ؎

صرف نطق اور حرکت ہی زندگی کی علامت نہیں۔ سکون بے حرکت نشوونما اور دیگر حسیّات بھی زندگی کی علامات ہیں اور

ایسی علامات ہر ہستی میں پائی جاتی ہیں۔ جو مقابلۃً اور نسبتاً دوسری
نوع کی زندگیوں سے متفاوت اور متباین ہوتی ہیں۔ گو ہر نوع
زندگی اور زندگی کے علامات رکھتی ہے۔ مگر ہر نوع کی زندگی
اور زندگی کی علامتیں دوسری نوع کی زندگی سے عملی اور
تصرفاتی رنگ میں متفاوت ہوتی ہیں۔ ہر نوع کی فطرت جداگانہ
ہے۔ اس واسطے ہر نوع کی زندگی اور زندگی کے ملکات اور آثار
بھی جداگانہ ہیں زندگی کی مادی خصوصیات کیا ہیں۔

(الف) ادراک

(ب) احساس

(ج) تصرّف

(د) قوّت

(ھ) حرکت

(و) نشو و نما

(ز) دم یا سانس

یہ وہ مراتب ہیں جو ہر زندہ مخلوق میں دیکھے جاتے ہیں۔ یہ وہ

ملکات ہیں جو ہر زندہ ہستی قدرتاً رکھتی ہے۔ یہ سب درجہ بدرجہ
علیٰ قدر مراتب ہر زندہ ہستی میں پائے جاتے ہیں۔ انکی موجودگی
ثبوت زندگی ہے۔ اور ان کا نہ پایا جانا۔ ثبوت سلب یا انعدام
زندگی کوئی ہستی اور کوئی وجود جب یہ ملکات کھو بیٹھتا ہے
تو کہا جاتا ہے۔ کہ وہ مردہ ہے موت کیا ہے۔ ان ملکات کا سلب
اور عدم۔ جب تک یہ باقی ہیں تب تک ورود موت نہیں تسلیم
کیا جا سکتا۔ بالفاظ دیگر موت ان ہی ملکات کے عدم اور سلب
کا نام ہے ؀

جس طرح ہر نوع کی زندگی جداگانہ ہے۔ اسی طرح ہر نوع
پر جب موت آتی ہے تو اُس کی تعبیر بھی جداگانہ کی جاتی ہے
جب انسان اور کوئی دیگر حیوان کُلیتہً ان ملکات کو کھو بیٹھتا ہے
تو کہا جاتا ہے کہ مر گیا۔ اور جب نباتات جمادات میں سے کوئی
نوع اپنے ملکات سے محروم ہو جاتی ہے تو کہا جاتا ہے
کہ فلاں درخت سوکھ گیا۔ فلاں پہاڑ گر گیا۔ جب انسان اور
کوئی دوسری حیوانی ہستی چلتی پھرتی اور باقی رہتی ہے تو

کہا جاتا ہے۔ کہ وہ زندہ ہے۔ اسی طرح جب نباتات اور جمادات اپنے رنگ میں باقی رہتے۔ اور نشوونما کی کیفیات سے مستفید ہوتے ہیں۔ تو کہا جاتا ہے۔ کہ ایسی ہستیاں موجود اور زندہ ہیں۔

مجردات

جتنی خصوصیات اوپر نمبروار بیان کی گئی ہیں۔ وہ اگر ایک طرف مادی ہیں تو دوسری طرف مجرداتی اور روحانی بھی ہیں۔ جب تک مجرداتی اور روحانی قوتیں اُن کا ساتھ نہیں دیتیں تب تک اُن میں زندگی کی لہریں پیدا ہی نہیں ہوسکتیں۔ ادراک احساس اور تصرف وغیرہ اسی صورت میں صورت پذیر ہوتے ہیں۔ کہ جب روحانی طاقتیں کام دیتی ہیں مجرداتی قوتوں میں سے سب سے بڑی قوت روح کے نام سے تعبیر پاتی ہے۔ اگرچہ روح کی بابت ہمارا علم اب تک محدود اور ناکامل ہے۔ لیکن اس میں شبہ نہیں کہ ہم میں کوئی ایسی قوت کام کر رہی ہے۔ جو ہماری کُل دوسری قوتوں سے

اعلیٰ اور نرالی ہے۔ کیونکہ ہم اپنی جن جن قُوتوں سے ایک حد تک
واقف ہیں۔ اُن سب میں سے ایک دوسری ممتاز قُوت کام کرتی
بھی محسوس ہوتی ہے۔ انسان اور حیوان کی بحث میں ہم اگر
اُسے روح سے تعبیر کرتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ دوسرے موالید
کے سلسلہ میں ہم کوئی قُوت اُس کے الگ بھگ نہ سمجھیں۔ کیونکہ وہ
ہستیاں بھی اُسی کے زور سے قائم اور زندہ رہتی ہیں۔ جب ہم
اُن میں ایک قسم کی زندگی مانتے ہیں تو ہمیں اُن میں اپنی طرح ایک
قسم کی روح کا بھی اعتراف کرنا چاہیئے۔ گو وہ کیسی ہی نوعیّت
رکھتی ہو۔ کسی قسم کی زندگی بھی روح اور جان کے بغیر نہیں ہو سکتی
اگر ہماری جان و روح اور دوسرے موالید کی جان و روح میں
بہت سا امتیاز اور فرق بھی ہو تو یہ ایک جدا بات ہے۔ کیونکہ
ہم انسان اور حیوانات دیگر کی زندگیوں میں بھی کچھ نہ کچھ فرق
پاتے ہیں۔ حالانکہ ہم دونوں زندہ ہیں۔ جس طرح ہم دونوں میں زندگی
کے آثار پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے موالید میں بھی زندگی
کے آثار پائے جاتے ہیں۔ جن سے ہم انکار نہیں کر سکتے۔ ہاں یہ ضرور ہے

کہ اُن کی زندگی کے آثار اور ہماری زندگی کے آثار میں معتدبہ تفاوت

اور فرق ہے ؎

تعبیرات زندگی

چونکہ نوع انسانی اور نوع حیوانی کی زندگی تعبیرات انسانی نقطۂ خیال سے بہت ہی محدود اور مشروط کی جاتی رہی ہیں۔ اِس واسطے دوسرے انواع کی زندگیوں کی بحث ہمیشہ گھٹائی ہی پڑتی رہی۔ اور بہ عرف عام سب دیگر ہستیوں نباتات اور جمادات کو مردہ اور غیر زندہ خیال کیا جاتا رہا۔ اگرچہ اُن دیگر ہستیوں کے نشوونما اور تصرفات احساسات اور ادراکات بھی پیش نظر ہوتے رہے مگر اپنی زندگی کی دھن میں دوسری زندگیوں سے انسان طرح دیکر ہی گذرتا رہا ؎

حضرت انسان نے خود اپنی زندگی کے اثبات کے واسطے سوچ لیا کہ :۔

"مَیں سانس لیتا ہوں۔

"میں ذی الارادہ ہوں۔

"میں متحرک ہوں۔

"میں نشو و نما پاتا ہوں۔

"میں ناطق ہوں۔

"میں صاحبِ فراست ہوں۔

اس واسطے زندہ ہوں۔ اور دیگر حیوانات بھی۔ چونکہ ان باتوں میں سے بعض باتیں کسی حد تک رکھتے ہیں۔ اس واسطے وہ بھی زندہ ہیں۔ بایں غریب تخیّل دوسری ہستیوں کو زندگی کے پایہ سے عموماً محروم اور فانی سمجھا جاتا رہا۔ اگرچہ غور کرنے والے بعض انسانوں نے اس غلطی پر روشنی بھی ڈالی۔ مگر عموماً اس طرف سے حجاب ہی رہا۔

اگر دوسری ہستیوں کی زندگیوں کی تعبیرات اُن ہی کے رنگ میں باعتبار اُن ہی کے ادراکات احساسات اور ملکات کے کی جاتیں تو یہ نوبت نہ آتی۔ تعجب ہے کہ ایک درخت۔ ایک پودہ۔ ایک پھل اور ایک پتھر نشو و نما پاتا اور اُس پر عناصر مختلفہ کا اثر بھی ہوتا ہے۔ پھر بھی ہم اُنہیں مردہ ہی جانتے ہیں۔ اپنا نشو و نما

اپنا ادراک اور اپنا احساس تو ہمارے واسطے اپنی زندگی کی ایک بین دلیل ہو۔ اور اُن کا احساس اور ادراک کی کیفیت اور نشو ونما اُن کی نوعی زندگی کا ثبوت نہ ہو ۔

ایک یہ بھی فریب لگ گیا۔ کہ نوعی زندگیوں اور نوعی البرکات کی تفریق نہ کی گئی۔ اور اُن کے نشوونما اور تولید و ترقی کے مواد کا جائزہ نہ لیا گیا۔ یہ تو مان لیا گیا کہ حیوانات تولیدی قوّت رکھتے ہیں۔ اور اس پر غور نہ کیا گیا۔ کہ اُسی طرح اپنے اپنے رنگ میں نباتات اور جمادات بھی پیدا ہوتی اور زندگی کا سرمایہ حاصل کرتی ہیں۔ اگر ایک انسان کا بچہ بڑھتا اور پھولتا پھلتا ہے۔ تو ایک پودہ بھی نشوونما پاتا ہے۔ اگر ایک انسان پر عناصر کا اثر ہوتا اور اُس کی زندگی متاثر ہوتی ہے۔ تو ایک پودہ بھی اُسی چشمہ سے سیراب ہوتا ہے۔ اگر انسانوں اور دیگر حیوانات میں سلسلہ اناث اور ذکور یا تذکیر اور تانیث کا ہے۔ تو دوسری ہستیاں بھی ایسا ہی سامان رکھتی ہیں۔ اگر انسان اپنے بیج سے پیدا ہوتا ہے۔ تو نباتات بھی بیج سے ہی نشوونما پاتی ہیں۔ اگر انسان کے بیج کے

اثرات مختلف رنگ رکھتے ہیں۔ تو نباتات اور جمادات کا بھی یہی

اثر ہے ؛

اگر انسان اور دیگر حیوانات کی پیدائش مواصلت سے وقوع

پذیر ہوتی ہے۔ تو دوسرے موالید کی خلقت بھی مواصلت ہی سے

ہے ۔ اور اگر انسان اور دیگر حیوانات کی زندگی کا سہارا مختلف

عناصر ہیں۔ تو دیگر ہستیوں کی زندگی بھی انہی عناصر پر موقوف ہے ؛

علم نباتات و علم جمادات

علم نباتات اور علم جمادات کے مطالعہ سے ثابت ہے۔ کہ نباتات

میں بھی ایک قسم کی زندگی ہے۔ وہ بھی اپنے اپنے رنگ میں گو نہ

ادراک اور احساس رکھتی ہیں۔ کھجور میں مادہ بھی ہوتی ہیں۔ اور نر بھی

نر کی مواصلت سے مادہ پھل لاتی ہیں۔ اسی طرح مکئی کے اوپر کے

حصہ میں مواد تذکیر ہوتا ہے۔ اور اس کی مواصلت سے مکئی کا پودہ

پھل دیتا ہے۔ دیکھو ننھے ننھے بیجوں سے کیسے بڑے بڑے

درخت نکلتے ہیں۔ اور کس طرح بڑھتے اور پھلتے پھولتے ہیں۔ اگر

ان میں ایک قسم کی جان اور زندگی نہیں تو یہ کس دوسری قوّت

سے یوں نشو و نما پاتے ہیں۔ ان کے تخم اپنی ہیئت اور اپنی مقدار

سے یہ یقین نہیں دلاتے کہ ان سے اس قدر لمبے اور گراں ڈیل

درخت اور مختلف الوان و مزے کی ترکاریاں اور میوے پیدا ہو سکینگے

اور دنوں میں ہی یوں بڑھتے جائیں گے۔ یہ قوّت جس سے ان کا یوں

نشو و نما ہو رہا ہے۔ کیا ثبتاً ایسی ہی جان اور زندگی نہیں ہے

جس کا انسان اور دوسرے حیوانات دعویٰ کر رہے ہیں۔ اور جس پر

اُنہیں بہت کچھ فخر بھی ہے، کیا یہی قوّت دیگر موالید نباتات اور جمادات میں

نہیں کام کر رہی۔ اور اُسی قوت کے ذریعہ سے اُن کی ہستی بھی موجود

اور زندہ نہیں ہے۔ اگر انسان اور دیگر حیوانات میں خون اور دیگر

عناصر ہیں تو دوسرے موالید میں بھی ایسے اخلاط کسی نہ کسی حد تک

موجود ہیں۔ نباتات میں جو رس اور پانی ہوتا ہے۔ وہی تو اُن کا

خون ہے۔ نباتات کی ہرا ول اور سرسبزی نشو و نما گویا اُن کی

جان اور زندگی ہے ٭

اگر انسان اپنے ارد گرد کے عناصر سے متاثر ہوتا ہے۔ تو

نباتات اور جمادات بھی ہوتے ہیں۔ کیا ان موالید پر آب و ہوا موثر نہیں ہوتی۔ اور اسی طرح دیگر عناصر کا ان پر اثر نہیں ہے۔ کیا دیگر موالید میں ایسا جذبہ نہیں رکھا گیا۔ کہ وہ بھی مختلف عناصر سے متاثر اور مستفید ہوں ؟

رہی یہ بات کہ انسان کی طرح ان دیگر موالید میں عقل و فراست اور شعور نہیں۔ اور یہ ناطق نہیں ہیں۔ سو ہم اوپر کہہ چکے ہیں۔ کہ ہر نوع کی زندگی کا رنگ دوسری نوع کی زندگی سے ہمیشہ متفرد اور متباین ہوتا ہے۔ انسان اگر عقل و فراست اور تدبّر رکھتا ہے تو کیا دیگر حیوانات بھی ایسی عقل و فراست رکھتے ہیں۔ وہ تو ایک قسم کا شعور ہی رکھتے ہیں۔ پھر انہیں کیوں حیوان کہا جاتا۔ اور کیوں انہیں انسان کی طرح زندہ مانا جاتا ہے ؟

اگر انسان کو قوّت مدبّرہ اور قوّت متاثرہ حاصل ہے۔ تو اپنے اپنے رنگ میں ان دیگر موالید نباتات اور جمادات میں بھی یہی قوّت کام دے رہی ہے۔ انسان کی انگلی کاٹ کر دیکھو کہ وہ اس کا احساس کس رنگ میں کرتا ہے۔ اور پھر کسی پودہ کی

شاخ کاٹو تو وہ بھی اپنے رنگ میں اُس کا احساس کریگا۔ اور اُس کا اثر بھی اُس پر ہوگا جیسے انسان بایں حالات نشو و نما سے رہ جاتا ہے ایسے ہی یہ موالید بھی خشک ہو جاتے ہیں۔ اگر گندم۔ جو اور نخود یا کوئی اور جنس کسی بڑے درخت کے نیچے بوئی جائے۔ تو وہ عموماً یا تو نشو و نما پاتی ہی نہیں اور یا بہت کم۔ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ وہ دوسری طاقت کے سایہ سے متاثر ہو کر اپنے نشو و نما سے رہ جاتی ہے۔ کیوں رہ جاتی ہے۔ اس لئے کہ اُسے قدرت نے نشو و نما کی جو قوّت یا جو جان دی ہے وہ ماؤف ہو کر کام دینے سے رُک جاتی ہے ؂

لاجونتی انسان کے سایہ سے مُرجھا جاتی ہے۔ اگر اُس میں کوئی قوّت اور جان نہیں۔ تو کیوں ایسا ہوتا ہے۔ کیا مُردہ اور بے حس اشیاء بھی ایسا ہی متاثر ہوتی ہیں۔ احساس ایک قسم کی جان ہے۔ اور یہ مختلف نظائر سے ثابت ہے۔ کہ دیگر موالید میں بھی ایسا احساس ہے۔ پس ثابت ہوا۔ کہ تمام دیگر اشیاء بھی جاندار اور ذی حس ہیں ؂

ماہرین نباتات کا تجربہ

ماہرین نباتات کا قول ہے۔ کہ جس طرح آدمی کے جسم میں جان ہے اُسی طرح پودے اور نباتات بھی ایک قسم کی جان رکھتے ہیں جس طرح انسان کھاتا پیتا۔ سوتا اور جاگتا ہے۔ اسی طرح پودے بھی کھاتے پیتے اور سوتے جاگتے ہیں جیسے انسان مختلف حواس رکھتا ہے اُسی طرح پودے بھی حواس رکھتے اور اُن سے کام لیتے ہیں جس طرح انسان کھانے پینے کے واسطے مُنہ رکھتا ہے اُسی طرح پودے بھی رکھتے ہیں۔ جیسے انسان شادی کرکے نسل بڑھاتا ہے۔ اُسی طرح پودا بھی اپنی نسلیں بڑھاتا ہے۔ جیسے انسان کے مختلف خاندان اور کنبے ہوتے ہیں۔ اور مختلف رسوم رکھتا ہے۔ اسی طرح پودے بھی مختلف خاندان اور مختلف رسوم رکھتے ہیں۔ جس طرح آدمیوں میں مرد اور عورت ہوتی ہے۔ اسی طرح پودے بھی نر اور مادہ ہوتے ہیں۔ جو نر ہوتا ہے اُس کی پنکھڑیوں کے بیچوں بیچ چھوٹی چھوٹی سلائیاں ہوتی ہیں۔ اس کے سر پر ایک زرد مادہ موسوم بہ زیرہ ہوتا ہے

مادہ کے زیرین حصہ میں خانے ہوتے ہیں اس حصہ کا نام "موسلی" ہے جب زیرہ موسلی میں جاتا ہے۔ تو پھول بڑھتا اور پھولتا ہے۔ اور اس کا نام پھر پھل ہو جاتا ہے۔ ماہرین نباتات نے اپنے تجربے سے پودوں کے کھانے۔ پینے۔ شادی تذکیر و تانیث زندگی اور جان کی بابت مفصل بحث کی ہے۔ یہ بحث اگرچہ یورپ میں قریباً ایک دو صدی ہی سے شروع ہوئی ہے۔ لیکن قرآن مجید میں برنگ اجمالی ۱۳ صدیوں سے اس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ نے بھی اپنی تصنیفات میں اس مضمون کو لیا اور ثابت کیا ہے۔ کہ ہر چیز زندہ ہے۔ پودے اور نباتات ہی زندہ نہیں ہیں۔ اور اشیاء بھی زندہ ہیں۔ اور اپنے اپنے رنگ میں جان رکھتی ہیں۔ ابن عربی رح نے بھی قرآن مجید ہی سے اس کا استدلال کیا ہے۔ عام طور پر رفتہ رفتہ ثابت ہو کر رہے گا۔ کہ موجودات کی ہر شے ایک قسم کی جان اور زندگی رکھتی ہے ؎

شیر دار پودے

انسان اور دیگر بعض حیوانات شیر دار ہیں۔ عورتوں کی چھاتیوں

اور گائے بھینس کے تھنوں سے دودھ نکلتا ہے۔ اور یہ سب کے سب جاندار ہیں۔ اسی طرح بعض پودوں اور درختوں میں سے بھی رس یعنی دودھ نکلتا ہے۔ جس کا رنگ دودھ ہی کا سا ہوتا ہے۔ جیسے درخت بڑ۔ پیپل۔ انجیر وغیرہ وغیرہ۔ اگر ایک عرفی جاندار میں شیر پیدا ہوتا ہے۔ تو ایک غیر عرفی جاندار پودہ اور درخت سے بھی ایسے ہی شیر نکلتا ہے۔ اس سے ثابت ہے۔ کہ ہر سہ موالید میں ایک ہی قانون اور ایک ہی عنصر سے کام لیا جاتا ہے۔ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ ہر دوسرے موالید میں بھی ایک قسم کی جان اور زندگی ہے۔ جب انسان اور دیگر شیر دار حیوانات میں زندگی باقی نہیں رہتی۔ تو شیر بھی ختم ہو جاتا ہے۔ یہی حالت ان شیر دار پودوں اور درختوں اور پھلوں کی بھی ہے۔ جب انپر بھی انکے اپنے رنگ میں موت ہاتھ صاف کرتی ہے۔ تو انکا بھی یہی حشر ہوتا ہے ؎

ہمیں اگر اپنے سُرخ خون پر فخر ہے۔ تو نباتات کو اپنے سفید شیر اور رس پر فخر ہے۔ بعض حیوانات خصوصاً حشرات الارض میں سے ایسے بھی ہیں۔ کہ جن میں خون نہیں ہوتا۔ مثلاً کیڑے مکوڑے چیونٹیاں

ان میں ایک قسم کا مواد ہوتا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہی انکا خون ہے
اسی طرح پودوں اور درختوں کا رس بھی چاہے کسی رنگ کا ہو ایک
خون ہی ہے۔ خون نہ کہو ایک قسم کی مائی قوت کہو۔ جس سے انہیں
مواد جان نشو و نما پاتا ہے۔ اور جو اُن کے احساس کا موجب ہے ؛

اگر جان نہیں تو کیا ہے

بہت اچھا اگر انسان روح یا جان کے نکلنے سے مرجاتا اور
دیگر حیوانات بھی اسی طرح مرجاتے ہیں۔ تو نباتات بھی اس کے کم ہونے
یا دیگر وجوہ سے گرجاتے اور سوکھ جاتے ہیں۔ کیوں یہ نہ کہیں کہ وہ
بھی مرجاتے ہیں یا انہیں بھی ایک قسم کی موت ہی آجاتی ہے۔ اگر
ان میں کسی قسم کی نوعی جان نہیں ہے۔ اگر ان میں ایک قسم کا احساس نہیں
ہے۔ تو کیوں یہ متاثر ہوتے اور کیوں کسی صدمہ سے ماؤف ہو کر
سوکھ جاتے یا گر پڑتے ہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ ہم ان کی کسی ایسی قوت
کی تعبیر زندگی یا جان سے نہ کریں۔ انسان اور حیوان رفتہ رفتہ
نشو و نما پائیں تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ وہ جاندار اور ذی حس ہیں

اور جب یہی قوت ہم دیگر موالید میں پائیں۔ اور اُس کا زندہ اثر دیکھیں تو انہیں زندہ کہنے یا انہیں ایک قسم کی نوعی زندگی کے ماننے سے احتراز کریں۔ اور ہٹ دھرمی سے اُن میں زندگی اور جان کے نہ ہونیکا اعتراف نہ کریں۔

سائینس دانوں اور حکیموں کے اجتہادات

ابھی سے نہیں گذشتہ زمانوں سے بھی بعض حکمائے دہر اور سائینس دانوں کی یہ رائے رہی ہے۔ کہ انسان اور دیگر حیوانات کے سوائے دیگر موالید نباتات اور جمادات میں بھی ایک قسم کی نوعی زندگی اور نوعی احساس ہے۔ جس طرح موالید انسانی اور حیوانی زندہ ہیں۔ اور حس بھی رکھتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے موالید بھی ایک قسم کی زندگی اور احساس رکھتے ہیں۔

یہ دعوی حکیموں اور سائینس دانوں نے مختلف مضبوط دلائل اور زندہ نظائر سے ثابت کیا ہے۔ اور ماننا پڑے گا کہ ایسے براہین اور دلائل صداقت سے بھرپور ہیں۔ اور کوئی ذہین

شخص اُن سے انکار نہیں کر سکتا۔ دن بدن اس دعوے پر جدید دلائل
بھی لائے جاتے ہیں۔ یہ نرا اجتہاد ہی نہیں ہے۔ بلکہ ایک مسلّم
صداقت بھی ہے۔ نباتات کی زندگی پر تو بہت کچھ کہا گیا ہے۔ جمادات
کی زندگی کی بابت ابھی تک بہت کچھ چھان بین نہیں ہوئی ہے۔ لیکن
بہ سلسلہ دلائل حیات نباتات یہ استدلال نادرست نہ ہوگا۔ کہ جمادات
میں بھی ایک قسم کی زندگی ہے۔ یہ جبال اور پہاڑ جو ہم اپنے ارد گرد
پاتے ہیں۔ یہ بھی رفتہ رفتہ اس حد تک پہنچے ہیں۔ ان میں بھی نشو و نمائی
زیادہ ہے۔ یہ بھی نباتات کی طرح بڑھتے ہیں۔ گو اُن کا نشو و نما نباتات
سے کسی حد تک دوسرا رنگ رکھتا ہے۔ مگر نشو و نما ضرور پاتے ہیں
جو دلیل اور ثبوت ہے اس بات کا کہ یہ بھی ایک قسم کی زندگی رکھتے
ہیں۔ ان کی زندگی بھی ایک میعاد رکھتی ہے۔ ان سے بھی کبھی نہ
کبھی ایک قسم کی موت دوچار ہوتی ہے۔ نباتاتی اور جماداتی زندگیوں
میں بھی گونہ تفاوت ہے۔ جس طرح انسانی حیوانی اور نباتاتی زندگیوں
میں نوعی فرق ہے۔ اگر ہم وسعت نگاہ سے کام لیں گے۔ تو ہمیں
تسلیم کرنا پڑے گا کہ دیگر موالید کی زندگیاں بھی ایک شان رکھتی ہیں۔

اُن کا بھی کوئی نہ کوئی شروع اور خاتمہ ہوتا ہے۔ دیگر موالید کی زندگیاں بھی آپس میں بہت کچھ اختلاف رکھتی ہیں۔ اور اُن پر بھی موت اور فنا کا اُسی طرح اثر اور صدمہ ہوتا ہے۔ جیسے انسانی اور حیوانی زندگیوں پر یہ جہان اور یہ ساری کائناتِ زندگی کے سرمایہ ہی سے سرسبز اور زندہ ہے۔ اگر مایہ زندگی نہ ہو اور ہر نوع زندگی نہ رکھتی ہو تو یہ ہستیاں محض نابود ہوں ÷

جو اشیاء اور جو ہستیاں ہمارے اپنے ہاتھوں سے وجود پذیر ہوتی ہیں۔ گو ہم ہی اُن کی ہستی کا باعث ہوتے ہیں۔ لیکن مایۂ زندگی انہیں قدرتاً حاصل ہوتا ہے۔ جب تک وہ نہ ہو ہم اُن کی ہستی مہیہ نہیں کر سکتے۔ اگر ایک پودہ کے تخم میں قدرتاً مایۂ زندگی موجود نہ ہو تو ہم اُسے کس طرح اُگا سکتے ہیں۔ اور وہ کس طرح اُگ سکتا ہے۔ یہ مایۂ زندگی ہی کی کن ہے کہ زمین کی گود میں وہ اُگتا اور سرسبز ہوتا ہے۔ اگر انسان اور حیوانات بطن مادر سے تولید پذیر ہوتے ہیں۔ تو نباتات اور جمادات بطن زمین سے۔ ہر بیج میں ایک قسم کی نوعی زندگی ہوتی ہے۔ جس کا شروع بھی ہوتا ہے اور خاتمہ

دیکھو جب بیج سوختہ ہو جاتا ہے تو بطن زمین بھی اُسے اُگا نہیں سکتا۔ نہ تو پانی اُسے نشو و نما دے سکتا ہے اور نہ ہوا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ بعض انسان بھی سوختہ تخم سے بچّہ اور بچّی کے پیدا کرنے کے قابل نہیں ہوتے ؁

چونکہ اس بحث پر حکیموں اور سائنس دانوں نے اس زمانہ اور عہد گذشتہ میں بہت کچھ کہا ہے۔ اس واسطے ہم ان اوراق میں اُن دلائل اور نظائر کا اعادہ طول سمجھتے ہیں۔ ہاں ایک دوسرے الہامی رنگ میں اسپر مزید روشنی ڈالتے ہیں ؁

نفس

یہ بات باتفاق حکمائے دہر و عقلائے زمان ثابت ہے کہ معادن و نباتات قسم مرکبات سے ہیں۔ اور ہر مرکب اختلاط اور امتزاج عناصر سے تکون پذیر ہوتا ہے۔ جو مزاج کہ قریب الاعتدال ہوتا ہے۔ ایک نفس اُس میں صورت آمادگی اختیار کرتا ہے بعض نفس معدنیات کی صورت اختیار کرتے ہیں۔ اور بعض نفس نباتات

کی۔ اور یہ دونوں قسم کے عنصری مواد رکھتے ہیں۔ یعنی انکا محرک اور باعث عنصری مادہ ہی ہوتا ہے؛

نفس قوی چار چیزوں پر اطلاق کیا جاتا ہے:۔

،، فلک

،، نباتات

،، حیوان

،، انسان

دیگر نفوس بنام نفوس ارضی موسوم ہیں۔ لیکن اطلاق نفس ہر جسم کے واسطے تسلیم شدہ ہے۔ کیونکہ وہ ایک مدبّر اور محافظ جسم ہوتا ہے۔ جب تک نفس مدبّر باقی رہتا ہے۔ تب تک جسم بھی قائم رہتا ہے۔ نفس تین قوّتیں رکھتا ہے:۔

،، قوّت غاذیہ

،، قوّت نامیہ

،، قوّت مولّدہ

بعض کے خیال میں قوائے سبعہ۔ غاذیہ[۱]۔ ماسکہ[۲]۔ ہاضمہ[۳]۔ نامیہ[۴]

دافعہ - مولدہ - جاذبہ - نباتات میں ایک اچھے پیمانہ پر پائی جاتی ہیں - اور جمادات میں ان کا عمل ایک ضعف سے ہوتا ہے -
قوت متصورہ بھی نباتات اور جمادات میں درجہ بدرجہ پائی جاتی ہے قوت متصورہ وہ قوت ہے (جس کا دوسرا نام محدثہ مصورہ بھی ہے) جو بحکم خلاق قادر اپنی اپنی نوعیت اور نفس کے تحت اشکال - صور تجادیف اور مفاصل کی تکوین اور تدبر کا باعث اور محرک ہوتی ہے

چونکہ تحت مختلف مواد عناصر تمام خلقتوں کا مصدر اور مقسم ایک ہی ہے - اس واسطے ان موالید ثلاثہ میں ایک حد تک تشابہ پایا جاتا ہے اور مزاج عنصر بھی ایک ہی قانون کے تحت صورت پذیر ہوتا ہے - انسان کی خلقت مرتبہ اعتدال میں ہوتی ہے اور نباتات و جمادات کی خلقتیں دوسرے اور تیسرے درجہ پر ان موالید ثلاثہ میں مشابہت صوری و معنوی اپنی اپنی نوعیت کے تحت کسی نہ کسی حد تک پائی جاتی ہے - اور یہ سب اشیاء اجرام سماوی حرارت تمازت آفتاب - اثرات قمر اور باد وغیرہ سے

درجہ بدرجہ متاثر ہوتی ہیں ؎

نباتات کے مختلف حصے انسان کے جسم کے مختلف حصوں سے بلحاظ اپنے اپنے افعال متاثرات اور حرکات کے مشابہت رکھتے ہیں اگرچہ وہ کسی حد تک ہی ہو۔ مثلاً بیخ و ریشہ بمنزلہ سر و اعصاب و عروق و کبد تنہ درخت بمنزلہ پشت وغیرہ وغیرہ ہر ہستی اس کائنات میں ایک قسم کا مادہ اور ایک قسم کا نفس رکھتی ہے۔ ہر نوع ہستی موالید ثلاثہ کو قدرت نے تحت اپنی اپنی نوعیت کے نفس واحدہ سے پیدا کیا ہے۔ اور مجموعی رنگ میں مختلف قسم کے نفوس کا ایک محیط کلی نفس واحدہ بھی ہے۔ جس کے تحت تمام نفوس جداگانہ تکوین پذیر ہوتے ہیں ؎

جب قانون قدرت کی یہ روش ہے۔ تو کس طرح اس بات سے انکار کیا جاسکتا ہے۔ کہ انسان اور دیگر حیوانات کے سوائے اور کوئی مخلوق زندہ نہیں ہے یا یہ کہ وہ نفس اور مادہ حیات سے بے بہرہ ہے۔ جیسے زندگی ہر نوع ہستی میں ایک مقررہ میعاد تک پائی جاتی ہے۔ ایسے ہی میعاد مقررہ کے بعد ہر نوع ہستی

موت سے بھی دوچار ہوتی ہے۔ الہامی قوتیں اور الہامی پیغامات یہ بھی اعلان کرتے ہیں۔ کہ انسان اس زندگی سے گذر کر دوسری زندگی بھی پائے گا۔ اور یہ ایک صداقت ہے ؛

الہامی رنگ میں

حکیموں اور فلاسفروں نے اپنے اپنے رنگ میں اس بحث پر جو کچھ کہا ہے۔ اور جس جس رنگ میں استدلال کیا ہے۔ وہ بجائے خود ایک جداگانہ پہلو ہے۔ قرآن مجید میں بھی اس بحث پر ایک جداگانہ رنگ میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ جسے ہم ایک الہامی استدلال سے تعبیر کریں گے۔ لوگ قرآن مجید کی تلاوت تو کرتے ہیں۔ لیکن کبھی یہ نہیں سوچتے کہ اس کتاب میں بعض بعض امور پر کیسی اور کہاں تک روشنی ڈالی گئی ہے ؛

جو لوگ یہ خیال کیئے ہوئے ہیں۔ کہ قرآن مجید صرف عبادت کا ہی سبق دیتا ہے یا عبادت کا مفہوم صرف نماز روزہ ہی ہے وہ ایک تنگ مسلک لیے رہے ہیں۔ قرآن مجید عبادت کے سوائے

دیگر امور پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔ عبادت کا مفہوم صرف نماز روزہ ہی نہیں۔ بلکہ مناظر قدرت اور نظائر عوالم پر غور کرنا اور اُن کا مشاہدہ اور تجربہ بھی مراد ہے۔ مشاہدہ اور تماشائے قدرت بھی ایک قسم کی عبادت ہی تو ہے پڑھو آیت وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ہ اس میں یہ ارشاد ہے کہ "ہم نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے واسطے پیدا کیا ہے" اس سے مراد صرف جسمانی اور مقررہ عبادت ہی نہیں۔ بلکہ وہ عبادت بھی جو بصورت مشاہدہ۔ تماشائے قدرت اور تجربہ مناظر قدرت کے ہوتی ہے۔ خدا کی قدرتوں اور قدرتوں کے مناظر کا تماشا اور مشاہدہ وہ عبادت ہے جس سے خدا کی ذات اور اُس کی خصوصیات اور قدرتوں پر روشنی پڑتی ہے۔ اور انسان عینی رنگ میں خدا کو دیکھتا۔ اور اس کی ذات تقدس مآب کا تماشا کرتا ہے۔ قرآن مجید بہت کچھ مناظر قدرت ہی سے خدا کے وجود کا استدلال کرتا ہے۔ نہ صرف انسان ہی بلکہ دیگر حیوانات نباتات اور جمادات و دیگر کائنات بھی اپنے

اپنے رنگ میں اُس کی یاد اور تسبیح میں شب و روز مگن ہے۔ ہم اگرچہ دوسری مخلوقات کی ایسی آوازیں نہیں سُن سکتے۔ لیکن ہماری صحیح فطرت اس پر فتویٰ دیتی ہے۔ کہ جب انسان ان راہوں سے گذرتا ہے۔ تو کیوں دوسری کائنات اپنے اپنے رنگ میں نہ گذرتی ہوگی۔ جس اوپر کی آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ تمام جن اور انس عبادت کی خاطر پیدا ہوئے ہیں۔ اُس کا مطلب ہی یہ ہے۔ کہ تمام مخلوق اپنے اپنے دائرہ میں خدا کی یاد میں مصروف ہے۔ کوئی ایسی خلقت نہیں کہ جو خدا کی قدرتوں اور قدرتی مناظر کی مفتون اور دلدادہ نہ ہو۔ انسان سے لے کر حیوانات تک اور حیوانات سے لیکر نباتات اور جمادات تک سب کے سب اسی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ اور اپنی اپنی زبان سے شب و روز اس میں لگے ہیں۔ دیکھنے کے لئے آنکھ اور سُننے کے واسطے کان چاہیئے

ہوش اگر باشد کتاب و نسخہ در کار نیست ‏ ‏ ‏ چشم وا کردن زمین و آسماں فہمیدن است
دور گردی ہائے وہم آں سوئے خویشت برد ‏ ‏ ‏ ورنہ ہر چیزیکہ مے بینی ہماں فہمیدن است

آیات

جو آیات ہم اس بحث میں نیچے درج کرتے ہیں۔ اُن سے ثابت ہے۔ کہ انسان کی طرح اور مخلوق بھی زندہ ہے۔ اور اپنی اپنی نوع میں وہ بھی شعور اور زندگی رکھتی ہے ۱۳ سو سال سے قرآن مجید یہ اعلان کر رہا ہے۔ اور اس پر روشنی ڈال رہا ہے۔ کہ صرف انسان اور دیگر حیوانات ہی زندہ نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی دیگر مخلوق بھی اپنے اپنے دائرہ میں زندہ ہے:۔

(۱) سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

جتنی مخلوقات آسمانوں میں ہے۔ اور جتنی مخلوقات زمین میں ہے۔ سب کی سب خدا کی تسبیح اور تقدیس میں لگی ہے۔

اس آیت میں الفاظ - آسمان - زمین تسبیح اور تقدیس قابل غور ہیں۔ نہ صرف زمینی مخلوق ہی تقدیس میں لگی رہتی ہے۔ بلکہ آسمانی بھی۔ تسبیح اور تقدیس کونسی مخلوق کر سکتی ہے۔ جو زندہ اور ذی جان ہو۔ مردہ اشیاء کیا کچھ تقدیس اور تسبیح کر سکتی

رہی۔ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔ وہ سب زندہ اور ذی حیات
ہے۔ مریخ کی مخلوق اور کائنات کی بابت اس زمانہ میں
چہ میگویاں ہو رہی ہیں۔ لیکن قرآن مجید ۱۳۰۰ سو سال سے اس
مخلوق اور اُس کی زندگی کا پتہ دے رہا ہے اللہ اکبر کیسے
جامع الفاظ میں دوسری مخلوق کی زندگی بیان ہوئی ہے۔
تقدیس اور تسبیح سے مراد محض عابدانہ روش ہی نہیں
بلکہ اس میں سب قسم کے ترانہ زندگی شامل ہیں ؛

انسان بڑے فخر کے ساتھ خود کو ناطق کہتا ہے۔ لیکن
وہ یہ نہیں سوچتا کہ انسان کے سوائے اور انواع خلقت
بھی ایک قسم کا نطق رکھتی ہے۔ اور اپنے اپنے دائرہ کے
اندر اُس نطق نوعی سے کام لیتی ہے کیا یہ بات حیرت افزا
نہیں ہے۔ کہ انسان کے سوائے دوسری سب مخلوق
بغیر کسی نطق کے ہی پیدا کی گئی ہو۔ اگرچہ دوسری مخلوق کی
ضروریات زندگی بمقابلہ ہمارے بہت ہی محدود ہیں۔ مگر
پھر بھی کچھ ہیں تو سہی کیا ان ضروریات کے واسطے اُنہیں ہماری

طرح اپنی اپنی زندگی میں کسی قسم کے فہم و تفہیم اور سمجھوتہ کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔ رہی یہ بات کہ ہم ان کے نطق یا اُن کی ضروریات اور بول چال سے واقف نہیں اس لئے کیسے کہہ سکیں کہ دوسری مخلوق بھی اپنی اپنی حدود کے اندر کسی نہ کسی قسم کا نطق رکھتی ہے۔ چہ خوش کیا یہ طے کر لیا گیا ہے۔ کہ ہمیں دوسری مخلوق ناطق سمجھتی ہے۔ یا اُنہیں بھی اس ہمارے شرف کی کچھ اطلاع ہے۔ جیسے ہم ناواقف ہیں۔ ایسے وہ بھی ہیں۔ دونوں کا علم اور فہم یا رسائی ایک ہی حقیقت رکھتی ہے۔

(۲) پھر ایک دوسری آیت سورۃ الصف میں ارشاد ہوتا ہے۔

"سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ وہ سب کے سب خدا کی تقدیس اور تسبیح کرتے ہیں اور خدا زبردست اور حکمت والا ہے۔"

اگر دوسری مخلوق اپنے اپنے دائرہ میں کسی قسم کی زبان اور شعور نہیں رکھتی۔ اور اُس کی فطرت شناسائے قدرت

نہیں ہے۔ تو وہ کس طرح تقدیس کر سکتی ہے۔ اور جب وہ تقدیس کرتی ہے۔ تو پھر یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ زندہ نہیں ہے۔ انسان ہی زندگی نہیں رکھتا۔ دوسری سب مخلوق بھی زندگی رکھتی ہے۔ رہا یہ سوال کہ اُن کی زبان اور اُن کا نطق کیسا ہے۔ سو یہ بات عدم زبان اور عدم نطق کا مستلزم نہیں ہے۔ کیونکہ جب دوسری مخلوق ہمارے نطق اور ہماری زبان سے بھی واقف نہیں تو کیا اس سے یہ لازم آئیگا۔ کہ ہم بھی کوئی زبان اور کوئی نطق نہیں رکھتے۔ ہم بعض حیوانات زبان والے بھی دیکھتے ہیں۔ اُن کی رنگا رنگ کی بولیاں بھی ہمارے سننے میں آتی ہیں۔ لیکن اس پر بھی ہم اُن کی بول چال سے اب تک ناواقف ہیں۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ انہیں کوئی یا کسی قسم کا نطق حاصل نہیں۔ دیکھو میاں مٹھو انسانوں کی تعلیم سے ٹوں ٹاں کرنے ہی لگ جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہے۔ کہ دیگر حیوانات بھی ایک قسم کا نطق رکھتے ہیں۔ مینا اور طوطے کا انسان کی صحبت میں رہ کر بولنا واثق دلیل ہے۔ اس بات کی کہ قدرت نے ان مخلوقات کو بھی ایک

قسم کا نطق دے رکھا ہے۔ اگر اور حیوانات کو بھی طوطے کی طرح سکھایا جائے تو ممکن ہے کہ وہ بھی رفتہ رفتہ ٹوں ٹاں کریں۔ جب ان دیگر حیوانات کو قدرت نے ایک قسم کا نطق اور زبان دے رکھی ہے۔ تو کیا یہ بعید ہے کہ دوسرے اجزائے خلقت کو بھی ایک قسم کی زبان اور نطق حاصل ہو۔ زبان قال نہ سہی زبان حال ہی سہی بعض انسان بھی تو گونگے بہرے ہوتے ہی ہیں۔ باوجود اس کے بھی اُنہیں ہم ناطق کہتے ہیں۔ یہ دوسری کائنات انسانی رنگ میں شعور اور سمجھ و نطق نہ رکھتی ہو۔ نہ سہی اُن سب کے اپنے رنگ میں ہی سہی۔

(۳) سورۃ جمعہ میں ارشاد ہوتا ہے:۔

"یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ

جو یا جس قدر مخلوق آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب کی سب خدا کی تقدیس اور تسبیح کرتی ہے"

یہ آیت بھی دوسرے موالید کی نوعی زندگی پر دال ہے جب ہر مخلوق اپنے اپنے دائرہ میں رہ کر خدا کی تقدیس اور تسبیح بزبان حال کرتی ہے۔ تو کیونکر اُس کی زندگی سے کوئی انکار کر سکتا ہے۔ صرف اسی قدر کہنا اور جتانا لازمی تھا۔ یہ

ضرورت نہ تھی۔ کہ اس مخلوق کے الفاظ اور زبان حال کی تفصیل کی جاتی۔ اور نہ اس کا طریق بتایا جاتا ؁

(۴) پھر سورۃ التغابن میں ارشاد ہوتا ہے :-

"یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ"

سب مخلوق خدا کی تقدیس اور تسبیح کرتی ہے۔ اُسی کی حکومت ہے۔ اور اُسی کی تعریف ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ؁

اس آیت میں دوسری مخلوق اور دوسرے موالید کی زندگی کا ذکر کر کے یہ کہا گیا ہے۔ کہ خدا تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اُس کی قدرت ہر شے کو محتوی ہے۔ جیسے اُس نے دوسری مخلوق حیوانی کو زندگی بخشی ہے۔ ایسے ہی اور مخلوق بھی اُس سے خلعت زندگی پا کر اُس کی تسبیح اور تقدیس میں مگن ہے اسے بعید القیاس نہ خیال کرو ؁

اس کے دوسرے ٹکڑہ میں بیان ہوتا ہے کہ :-

"خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَکُمْ

فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ه يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ه اُسی نے کسی مصلحت سے آسمانوں اور اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ اور اُسی نے تمہاری صورتیں بنائیں اور اچھی صورتیں بنائیں۔ اور اُسی کی طرف سب کو جانا ہے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب کچھ جانتا ہے۔ اور جو کچھ لوگ چھپاتے اور ظاہر کرتے ہیں۔ وہ سب کچھ جانتا ہے۔ وہ تو دلی خیالات تک واقف ہے ؛

ان آیات میں ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ وہ مخلوق کی حالت اور کیفیت سے واقف ہے۔ وہ ظاہر اور پوشیدہ باتوں سے واقف ہے۔ انسان اُن سے واقف نہیں۔ بمصداق وَمَا اُوتِيتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيلًا حضرت انسان صرف اپنے حدود بشری تک ہی دریافت اور ادراک کر سکتا ہے۔ اُس سے زیادہ نہیں۔ اس سے ہم یہ قیاس کر سکتے ہیں۔ کہ خدا تو اپنی دیگر مخلوق کی ہر ایک مخفی اور ظاہر حالت

سے واقف ہے۔ ہم اپنے بشری حدود میں رہ کر کیونکر دوسری مخلوق کی طاقتوں اور حالات سے زیادہ تر واقف ہو سکتے ہیں۔ جب وہی جاننے والا اور علیم کل کہتا ہے۔ کہ تمام مخلوق میری تقدیس اور تسبیح میں مگن اور مصروف ہے۔ تو ہم کیوں یقین نہ کریں۔ کہ تمام دوسری مخلوق بھی ہماری طرح زندہ ہے ؛

(۵) پھر سورۃ نور میں ارشاد ہوتا ہے :۔

"اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُسَبِّحُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَتَسْبِیْحَہٗ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ٥ کیا نہیں دیکھا تُو نے کہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے واسطے اُس کے جو کوئی بیچ آسمانوں کے ہے اور زمین سے کے ہے اور پرند پر کھولے ہوئے۔ ہر ایک تحقیق جانتا ہے نماز اُس کی اور تسبیح اُس کی۔ اور اللہ جانتا ہے۔ جو کچھ کرتے ہیں ؛

یہ آیت دوسری مخلوق کی زندگی پر اور بھی روشنی ڈالتی ہے۔ اس میں ارشاد ہوتا ہے۔ کہ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ دوسری

مخلوق اپنے اپنے رنگ میں خدا کی یاد اور تقدیس کر رہی ہے پرند اور جانور بھی اُس کی یاد میں لگے ہوئے ہیں۔ اور دوسری مخلوق بھی ؀

عالم کا ذرہ ذرہ اپنے اپنے عالم میں رہ کر خدا کی گواہی دے رہا ہے یہ گواہی دو طریق سے ہے۔ ایک اپنی نوعیت اور دلآویزی کے اعتبار سے اور دوسرے خدا کی تقدیس اور تسبیح کے پہلو سے۔ اگرچہ تم لوگ نہیں جانتے۔ لیکن خدائے قدیر سب کچھ جانتا ہے ؀

(۹) سورۃ ص میں ارشاد ہوتا ہے :۔

" انا سخرنا الجبال معہ یسبحن بالعشی والاشراق۔ تحقیق ہم نے مسخر کیا پہاڑوں کو ساتھ اُس کے کہ تسبیح کہتے تھے۔ سورج ڈھلے اور سورج نکلے ؀

اس آیت سے بھی ثابت ہے۔ کہ جب حضرت داؤدؑ تسبیح کرتے تھے۔ تو اُن کے ساتھ ہی پہاڑ بھی تسبیح کرتے تھے۔ اگر اُن میں مایۂ زندگی نہیں تھا تو کس طرح وہ تسبیح میں شریک

ہو سکتے تھے۔ جیسی آواز داؤد دیتے۔ ویسی ہی پہاڑوں سے بھی آتی ۔

استدلال مزید

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے :۔

" وما خلقنا السماء والارض وما بینہما باطلاً ۔

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا گیا وہ باطل اور فضول یا عبث نہیں پیدا کیا گیا ہے جب یہ تمام مخلوق عبث مخلوق نہیں ہے۔ تو لازمی ہے۔ کہ ان کی کوئی نہ کوئی غائت اور غرض خلقت ہو۔ اس صورت میں لازم ہے۔ کہ یہ تمام مخلوق کچھ نہ کچھ خصوصیت رکھتی ہو۔ جب تک انہیں بھی انسان اور دیگر حیوانات کی طرح نوعی زندگی نہ دی جائے۔ تب تک یہ خصوصیت نہیں ہو سکتی ضروری تھا۔ کہ یہ مخلوق بھی خلعت زندگی سے شرف یاب ہوتی۔ اور اس خصوصیت کا علم نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ ہمیں خود قدرت ہی آشنا نہ کرے اور بہ فحوائے آیت کریمہ غور اور فکر نہ کریں :۔

"الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبہم

و یتفکرون فی خلق السمٰوات والارض۔

وہ لوگ جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور اوپر کروٹوں اپنی کے اور فکر کرتے ہیں بیچ پیدائش آسمانوں اور زمین کے؛

اس آیت میں عرفی عبادت کے سوائے ایک دوسرے قسم کی عبادت مشاہدہ اور عبادت غور و تفکر کا بھی بیان کیا گیا ہے۔ جب تک ہم اس قسم کی عبادت میں خود کو مصروف نہ کریں۔ تب تک مناظر قدرت کی خوبیوں اور حکمتوں کا علم ہمیں کیونکر ہو سکتا ہے۔ ایک طوطے اور مینا کو پڑھا کر تو ہمیں یہ پتہ چل گیا۔ کہ ہماری صحبت میں رہ کر یہ جانور بھی بول سکتے اور کچھ نہ کچھ رٹ سکتے ہیں۔ کیا اگر اسی طرح ہم اپنی کوششوں مشاہدہ اور تجربہ کا دامن اور بھی فراخ کریں۔ تو اس سے بڑھکر ہم پر دوسری مخلوق کی حقیقت اور کیفیت نہیں کھل سکتی ؛

دریں بحر پر کسوت ما و تو ؛ زبانہا است چوں موج در گفتگو

ز ہر موج پیدا است شور دگر ؛ مگر ہستی ما ازاں بے خبر

ہم دوسرے حکیموں۔ سائینس دانوں کے معلومات سے۔ مستفید ہونے۔ اور اُن پر غور کرنے کی تو کوشش کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں جو فلسفہ بیان کیا گیا ہے۔ اُسپر غور نہیں کرتے۔ دیکھو تو سہی خود قرآن مجید میں کس خوبی اور کس وضاحت سے مختلف مخلوق کی زندگی کا ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن بار بار کہتا ہے کہ جتنی مخلوق ہے۔ خواہ کوئی بھی نوعیت اور جنس رکھتی ہو۔ خدا کی تقدیس اور تسبیح میں مگن اور مصروف ہے۔ چاہے یہ تقدیس اور تسبیح ایسی مخلوق زبان قال سے کرتی ہو اور چاہے زبان حال سے۔ کرتی ضرور ہے ٭

مقدم بحث تو یہ ہے۔ کہ ایسی مخلوق زندہ ہو کر زندوں کی طرح تقدیس خدا کرتی ہے۔ رہی یہ بات کہ ایسی زندگی کی حقیقت کیا ہے۔ سو یہ ایک دوسرا مرحلہ ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ دوسری مخلوق نباتات اور جمادات کی زندگی کا فلسفہ کوئی نیا فلسفہ ہے۔ اس حد تک تو صحیح ہے کہ اس عہد میں اُسپر مزید روشنی ڈالی گئی ہے۔ لیکن یہ وہ حالت نہیں کہ الہامی صحائف

اس سے بے خبر اور نا آشنا ہیں۔ دیکھو قرآن مجید میں کس خوبی اور کس وضاحت سے اسپر روشنی ڈالی گئی ہے کیسی وضاحت سے بار بار بیان کیا گیا ہے کہ

کوئی ایسی مخلوق نہیں۔ جو ہماری تقدیس اور تسبیح میں نہیں لگی ہوئی۔ اور کوئی ایسی خلقت نہیں جو ایک قسم کی زندگی نہیں رکھتی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو حیوانات کے متعلق جو کچھ ملکہ دیا گیا اور وہ جو کچھ دوسری مخلوق سے کام لیتے رہے وہ عمل عملی رنگ میں اس مخلوق کی زندگی ثابت کر رہا ہے۔ ہم تفکر اور تدبّر سے طوطا اور مینا کو تو ناطق بنا لیتے ہیں۔ اور جب خدا بعض کو یہ ملکہ معجزہ کے رنگ میں دیتا ہے تو ہم حیران ہو کر معترض ہوتے ہیں۔ خدا کے اختیارات انسان کے تدبّر اور اختیارات سے کہیں فائق اور اعلیٰ ہیں۔ فتدبّر۔ علمی رنگ میں ہمارا یہ فرض اوّلین ہے۔ کہ ہم مناظرِ قدرت اور نکاتِ مناظرِ قدرت کے ادراک اور دریافت میں لگے رہیں۔ اور رفتہ رفتہ اُن منازل تک رسائی کریں جو منازل مشاہدہ

اور تجربہ کا زینہ ہیں رسمی عبادت کے ساتھ یہ علمی مشاہدہ اور علمی تجربہ بھی ایک عبادت ہی ہے۔ قدرت اور حکم قدرت پر غور کرنا تفکر اور تدبّر بجائے خود ایک عبادت ہے۔ ایسی عبادت جو صرف اپنی ذات ہی کے واسطے نفع رسا نہیں ہے۔ بلکہ دیگر مخلوقِ خدا کی بھی اُس میں بھلائی اور خدمت ہے۔ قرآنی آیات پر غور کرنا تفکر اور تدبر وہ عبادت ہے۔ جو اپنی تہ میں صدہا خوبیاں اور نکات و برکات رکھتی ہے۔ خداوند کریم ہم میں سے بہتوں کو یہ توفیق دے۔ آمین ٭

برخموشی زن زباں داں در و دیوار باش
چشم حیراں تماشا خانہ اسرار باش

جلوہ اینجا ہر نفس جام دگر دارد بکف
محرم کیفیت آں حسن بے تکرار باش

ابن عربی

حضرت محی الدین ابن عربی کتاب فصوص الحکم کے نص (۱۹)

ہیں ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

"سر حیات پانی میں سرایت کر گیا۔ اس واسطے وہ عناصر اور ارکان عالم کا اصل ہے۔ اور اسواسطے اللہ تعالیٰ نے پانی سے ہر چیز کو زندہ بنایا اور عالم میں جتنی چیزیں ہیں وہ سب اللہ کی حمد اور تسبیح کرتی ہیں۔ لیکن ہم انکی تسبیح کو بغیر کشف الٰہی کے نہیں سمجھ سکتے جو ہستی زندہ ہوگی وہی تسبیح کریگی۔ پس ہر چیز زندہ ہے۔ اور ہر چیز کی اصل پانی سے ہے"

بعض حکیموں نے تجربہ و غور مزید سے یہ تو پتہ لگا لیا کہ دوسری ہستیاں بھی بوجوہ ایک قسم کی زندگی رکھتی ہیں اُس کا ثبوت بھی دیدیا۔ لیکن اب تک یہ دریافت نہ کر سکے۔ کہ دوسری زندہ ہستیوں کی زبان کیا اور کیسی ہے۔ یہ وہ مرحلہ ہے جو بغیر تائید الٰہی کے بمشکل طے ہو سکتا ہے۔ لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ انسان کی کوشش سے یا انسان کی تعلیم سے طوطی اور مینا کچھ نہ کچھ انسانی الفاظ رٹ سکتی ہے۔ تو یہ امید کچھ بیجا نہ ہوگی۔ کہ اگر قدرت مدد کرے تو شائد کسی وقت انسان دوسری زندہ ہستیوں کی زبان بھی

سمجھ سکے وہ جو زبان رکھتی ہوں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ بعض
دیگر ہستیاں زندہ بھی ہوں۔ اور زبان قال نہ رکھتی ہوں
کیونکہ زندگی کے ساتھ بظاہر زبان قال رکھنا لازمی
نہیں۔ اس پر یہ خدشہ وارد ہوگا۔ کہ جب بہ فحوائے قرآن
مجید ہر مخلوق خدا کی تسبیح کرتی ہے۔ تو پھر زبان کیوں نہ رکھے
ہم زبان سے مراد جب اپنی زبان سی لیتے ہیں۔ تو اُس
صورت میں یہ خدشہ وارد ہوتا ہے۔ لیکن یہ بات صرف
قدرت جانتی ہے۔ کہ دوسری ہستیاں کس زبان سے
خدا کی تسبیح کرتی ہیں۔ یہ ایک قدرتی عقدہ ہے۔ جو انسانی
عقل حل نہیں کر سکتی۔ اس کے نہ حل ہونے سے یہ لازم
نہیں آتا۔ کہ ہم اس حقیقت ہی سے انکار کریں۔ کیونکہ اس
کائنات میں اور بھی بہت سے عقدے ہیں جن کا اب تک
حل نہیں ہو سکا؎

زبان حال

ممکن ہے۔ کہ جس زبان میں ایسی ہستیاں تسبیح کرتی ہوں

وہ زبان حال ہی ہو۔ کیونکہ زبان حال بھی زبان قال ہی ہوتی ہے بلکہ بعض اوقات زبان حال زبان قال سے زیادہ تر موثر اور ناطق ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ زبان قال میں مطلب الفاظ میں ظاہر کیا جاسکتا ہے۔ اور زبان حال میں مطلب کا اظہار دل سے ہوتا ہے۔ دیکھو عبادت خاموشی میں بھی کی جاتی ہے۔ وہ باتیں اور وہ فرائض جو الفاظ میں ادا ہوتے ہیں۔ عالم خاموشی میں کیے جاتے ہیں۔ اور اُن کا بعض وقت نسبتاً زیادہ تر اثر ہوتا ہے۔ بعض اوقات جو کچھ تصویر نقش کرتی ہے زبان سے ادا نہیں ہوتا ؎

از کتاب بیدلی یک نقطہ گر آید بدست
نسخہ آتش تواں زد تختہ ہا باید شکست

صد چمن باید بہ طوفان تغافل داد و رفت
تا بخون دل توانی ایں قدر ہا رنگ بست

کوئی رنگ ہو

بوقت خموشی نماید عیاں ؎ کہ در کام دریاست چندیں زباں

بہرصورت یہ ثابت ہے بروئے فلسفہ قرآن مجید کہ دوسری ہستیاں بھی ایک قسم کی زندگی رکھتی ہیں۔ اور انہیں بھی کسی نہ کسی قسم کی زبان حاصل ہے۔ چاہے زبان قال ہو۔ اور چاہے زبان حال۔

آں نشۂ غیب فارغ از عرض ظہور
ازبسکہ تعینے ندارد منظور
جائے ہمہ ہوش است ندارد خبرے
درجائے دگر بے خردی جملہ شعور

قرآن مجید کی ہر ایک آیت اپنی تہ میں ایک خزینہ علم رکھتی ہے۔ مقدم غور اور فکر ہے۔ ان تمام آیات پر جو دوسری ہستیوں کی زندگی ثابت کرتی ہیں غور کروگے تو تم پر کھل جائیگا کہ اس زمانہ کے فلسفہ اور سائینس کی جانب سے جو منادی ہو رہی ہے۔ قرآن مجید اپنے پیرایہ اور اپنے رنگ میں اس کی بابت ۱۴ سو سال سے منادی ہے ۔

قرآن مجید کا یہ ارشاد ہے۔ کہ اس کائنات میں جو ہستی

اپنے اپنے رنگ میں موت کا مزہ چکھ نہیں چکی وہ زندہ ہے۔
اگرچہ اُس کی زندگی مقابلتاً ایک دوسرے کے کیسی ہی نوعیت
کی ہو۔ ہماری ہمّت کا یہ اقتضاء ہونا چاہیئے۔ کہ ہم ہر ہستی کا
جائزہ علمی اور عملی حد تک میں لیں تاکہ ہمیں مناظرِ قدرت کی
کیفیات اور خواص کا حدود بشری تک علم حاصل ہو سکے۔
کیونکہ ہر ہستی بجائے خود ایک حقیقت اور کیفیت رکھتی
ہے ؎

ہم چو شبنم از تامل دیدہ ٔ گر وا کنی
برگ برگِ ایں چمن جز لوح استعداد نیست

تمت

فہرستِ کتب مصنفہ مرزا سلطان احمد

۲۵	اساس الاخلاق	۳۵	اسوہ رسول
۲۶	نساء المسلمین	۳۶	تمدّن
۲۷	الصّلوٰۃ	۳۷	فلسفہ
۲۸	نبوّت	۳۸	زبان
۲۹	النظر	۳۹	الوجد
۳۰	ایثار حسین	۴۰	طلاق وکثرت ازدواج
۳۱	علوم القرآن	۴۱	خدا محبّت و قوّت
۳۲	الاعتصام	۴۲	اعلیٰ ہستی
۳۳	زندگی	۴۳	گاؤکُشی
۳۴	فنون لطیفہ	۴۴	اصول خمسہ اسلام
		۴۵	سرشت

نوٹ :- یادگار حسین[1] - خیالات[2] - فن شاعری[3] - امثال[4] - فنون لطیفہ[5]
النظر[6] - ایثار حسین[7] - نبوّت[8] - علوم القرآن[9] - الاعتصام[10] - زندگی[11] -
مرغوب ایجنسی کوچہ ڈوگراں لاہور سے مل سکتی ہیں ؛

نیا اور بہتر مذہبی کتب ملنے کا پتہ :- "مرغوب ایجنسی لاہور" [illegible] "فہرست کتب مفت"